علمِ قراءتِ قرآن کا ارتقاء: مسلم تاریخ کی ابتدائی چھ صدیوں کا تجزیہ

The Evolution of the Qur'anic Recitation Science: An analysis of the initial Six Centuries of the Muslim History

Zubair Ahsan
PhD Scholar Department of Islamic Studies
University of Gujrat, Gujrat
Email: zubairahsan1983@gmail.com

Dr. Syed Hamid Farooq Bukhari
Lecturer Department of Islamic Studies
University of Gujrat, Gujrat
Email: Bukhari292@gmail.com

Dr. Abdul Shakoor Zaheer
Lecturer Department of Islamic Studies
University of Gujrat, Gujrat
Email: a.zaheer@uog.edu.pk

Abstract

The Holy Qur'an is a uniquely divine book that has the distinction of universality and a basic source of Islam, so Allah Almighty has taken the responsibility of its protection. The Companions of the Holy Prophet learned the Qur'anic Recitation science and style directly from the Holy Prophet. They used to write the text of the Holy Qur'an from him and save it in a box kept inside the Prophet's Mosque. They used to recite according to the convenience of their linguistic accent. In the time of the Holy Prophet, the literature related to the Qur'anic Recitation Science was not regularly compiled. The followers learned the Qur'anic Recitation Science from the Companions of the Holly Prophet. During the caliphate of Hazrat Usman, the work of Qur'anic Recitation Science was of a fundamental nature. Due to the hard work of the Muslims, the Qur'anic Recitation Science became a permanent discipline of studies and learning. In the early times of Muslim History, books on Qur'anic Recitation Science were written regularly. These books are the main source of research. Despite this historical evidence, a fanatical section believes that Muslims have not done much in the field of the Qur'anic Recitation science. In this background, there is a need to explain the Qur'anic Recitation science during the initial six centuries of the Muslim History in order to eliminate this improper impression. To fulfil this scholarly requirement, this research article has been presented.

Keywords: Holy Quran, Holy Prophet, Islam, Muslim History, Qur’anic Recitation Science

1۔ موضوعِ تحقیق کا تعارف اور پس منظر

قرآن مجید ایک ایسی منفرد الہامی کتاب ہے جس کو تمام ادیانِ عالم میں جامعیت و عالمگیریت کا اعزاز حاصل ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے[1]، اس مقصدِ عظیم کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے

قراء کرام کی صورت میں اس کے اسباب فراہم کیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید سیکھا، وہ آپ ﷺ سے متنِ قرآن مجید لکھ کر مسجدِ نبوی کے اندر رکھے ہوئے ایک صندوق میں محفوظ کر لیتے تھے۔ چونکہ قرآن مجید سبعہ احرف میں نازل کیا گیا، اس لیے حضور ﷺ اس کو سبعہ احرف کی صورت میں ہی سکھاتے تھے، صحابہ کرام مختلف لُغات کا اعتبار کر کے اپنی اپنی لغت میں جس طرح سہولت ہوتی تھی، تلاوت کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں باقاعدہ طور پر قرآن مجید کی تدوین ہوئی اور نہ ہی قراءت کی گئی، یہ قراءتیں روایات کی صورت میں صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھیں۔ تابعین ایسی خوش قسمت ہستیاں ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کی صحبت کے فیضان سے قرآن مجید سیکھا اور اس کی ترویج و تشہیر میں اپنا کردار ادا کیا۔ جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ عجمی علاقوں تک پہنچا تو مختلف قراءتوں میں قران مجید کی تلاوت کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں کافی حد تک پیچیدگیوں کو حل کرنے کی کوشش کی گئی، اس ضمن میں مصاحف عثمانیہ کو غیر منقوط رکھ کر ان کو مختلف علاقوں میں بمع قراء بھیجا گیا تاکہ لوگ مختلف قراءتوں کو سیکھ لیں۔ ان قراء کی تعلیمات کے باعث لوگوں میں علمِ قرآن سے لگاؤ پیدا ہوا، اُنہوں نے جستجو کر کے مستقل کتابیں لکھیں، اس سے علمِ تفسیر اور علمِ قراءت کو ترویج و اشاعت حاصل ہوئی۔ شروع میں تفسیر کے ضمن میں ہی مختلف قراءتوں کے اسباب بھی بیان کر دیئے جاتے تھے، ایک مدت تک مختلف قراءتیں تفسیر کے ساتھ جڑی رہیں۔ بعد ازاں قراء کی محنت کے باعث علم قراءت ایک مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گیا، اس طرح علم قراءت سے متعلق مستقل طور پر کتب معرضِ وجود میں آئیں۔ ان میں قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کو جمع کیا گیا، اس کے اسباب اور روایات کو بیان کیا گیا، اس طرح مشہور، شاذ، صحیح اور غیر صحیح میں امتیازات قائم کیے گئے۔ قراء کرام کی علمِ قراءت سے دلچسپی اور لگاؤ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں ہی مستقل کتب تالیف ہوئیں۔[2] دوسری اور تیسری صدی ہجری میں علمِ قراءت کی تدوین میں بڑی حد تک وسعت آئی۔ چوتھی صدی ہجری علمِ قراءت کی تدوین کا سنہری دور ہے، اس دور کی تالیفات میں قراءت سبعہ کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں قراءت سبعہ کے علاوہ قراءت عشرہ کو شامل کیا گیا، یوں چھٹی صدی ہجری تک علمِ قراءت میں شاندار ارتقاء ہوا، ان ادوار میں علمِ قراءت سے متعلق تالیفات موجودہ دور میں علمِ قراءت کی تحقیقات کے لیے بُنیادی مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان تاریخی شواہد کے باوجود ایک متعصب طبقہ کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے علمِ قراءت سے متعلق کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ چھٹی صدی ہجری تک علم قراءت کی تدوین اور اس کے ارتقاء کی وضاحت کی جائے تاکہ

اس تاثر کو ختم کیا جا سکے، علمِ قراءت سے متعلق قراء کی خدمات کو واضح کیا جائے تاکہ اس سے استفادہ کی راہیں ہموار ہو سکیں۔ علمی حلقوں کی اس ضرورت کے تحت موضوع تحقیق "علمِ قراءتِ قرآن کا ارتقاء: مسلم تاریخ کی ابتدائی چھ صدیوں کا تجزیہ" کا انتخاب کیا گیا ہے۔

تاریخِ اسلامی میں علمِ قراءت قرآن کے ارتقاء کے حوالے سے بعض محققین کے قابلِ فخر علمی کارنامے موجود ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ریاض احمد سعید کا ارٹیکل بعنوان علمِ قراءت اور محدث تابعینِ قرّاء کرام: قرآن، حدیث اور تاریخی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ[3]، تاج افسر کا ارٹیکل بعنوان قراءت شاذہ کی تدوین و ارتقاء[4]، حافظ فدا حسین کا ارٹیکل بعنوان کلام عرب کے ذریعے علمِ قراءت کے فہم میں استفادہ[5] اورڈاکٹر قاری محمد طاہر کا مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور بعنوان پاکستان میں علم تجوید و قراءت ماضی، حال اور مستقبلبڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان تحقیقی و تنقیدی تحریرات کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے لیکن ان میں مسلم تاریخ کے ابتدائی ادوار کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ ادوار علمِ قراءتِ قرآن کے ارتقاء کے اعتبار سے بڑے منفرد و ممتاز ہیں۔ ان ادوار میں پروان پڑھنے والی علمِ قراءت امت مسلمہ کے لئے علمی ذخیرہ ہے۔ اس سے استفادہ کی راہیں ہموار کرنے کے لئے یہ تحقیق و جستجو کی جارہی ہے۔ مقالہ ہذا کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مقالہ کے پہلے جُزو میں موضوعِ تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پسِ منظر واضح کیا گیا ہے اور مقالہ کے مختلف اجزاء کی داخلی تقسیم و ترتیب واضح کی گئی ہے۔ دوسرے جُزو میں علمِ قراءتِ قرآن کا ارتقاء کے ارتقاء سے متعلق مسلم تاریخ کی ابتدائی چھ صدیوں کا تجزیہ پیش گیا ہے جبکہ تیسرے جُزو میں خُلاصۂ بحث تحریر کیا گیا ہے۔

2۔ علمِ قراءتِ قرآن کا ارتقاء

علم قراءت کے باعث قرآنی کلمات کا اعراب، حذف، تحریک، اِثبات، فصل، اتصال، اِسکان اور لُغت کے اسالیب کو جانا جاتا ہے۔[6] اسلامی تاریخ میں علمِ قراءت سے متعلق مسلمانوں کی خدمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ابتدائی چند صدیوں میں ہی قرّاء کرام نے علمِ قراءت کو ایک مستقل علم کی حیثیت سے روشناس کروایا، اس کی ترویج و اشاعت میں بھرپور کاوشیں کیں اور اس کی تدوین میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ علم قراءتِ قرآن سے متعلق تصنیفات میں "کتاب القراءت"، "القراءت الخمسۃ"، "قراءت النبی ﷺ"، "الجامع"، "المنتھی فی القراءت الخمسۃ عشر"، "الکتاب الھادی فی القراءت"، "البصرۃ فی القراءت السبعۃ، الکشف عب وجوہ القراءت السبع وعللھا و حججتھا"، "الابانۃ عن معانی القراءت"، "الکتاب الکافی فی القراءت عن القراء السبع المشھورین"، "تبصرۃ فی اا لسبعۃ، تذکرۃ"، "کتاب الادغام"، "کشف"، "موجز"، "مشددہ آیات"، "التیسر فی القراءت السبع"، "المقنع فی رسم المصاحف المصار"،

"الھدایہ فی السبعۃ، التیسیر "، "جامع البیان"، "تمہید"، مفرود ویعقوب"، "الایجاز"، "الموضح فی الفتح و الامالہ"، "المحتوی فی الشواذ"، "المتضع فی الرسم"، "التیر"، "طبقات القراء"، "جامع البیان"، "طبقات القراء"، "تذکار فی العشریہ"، "الوجیز فی الثمان"، "مفردات السبعۃ"، "الایضاح، الاتضاح الموجز"، "النیر الجلی فی قراءت زید بن علی"، "جامع المشہور"، "قراءت حسن"، "قراءت بن محصین"، "الاقناع فی الشواذ"، "السوق العروس "کتاب الکامل" کامل فی القراءت"، "الجامع فی القراءات العشر"، "المدخل فی القراءت"، "تبصرہ"، "تبصرۃ المبتدی و تذکرۃ المنتھی فی القراءت"، "ایجاز فی القراءت السبعہ"، "الناہج القراءۃ باشہر الروایات"، "تلخیص العبارات فی القراءت"، "ارشاد المبتدی"، "الاقناع"، "الغایۃ"، "المصباح الزاھر فی العشرۃ المتواتر" اور "حرز الامانی ووجہ التھانی فی القراءت السبع للسبع المثانی" شامل ہیں۔ان کی تفصیل صدی کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

i۔ پہلی صدی ہجری

علمِ قراءت فہمِ قرآن کا بہترین فن ہے،اس لیے قرآن مجید میں اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے، پیغمبرِ اسلام ﷺ نے امت کی آسانی کے لیے قرآن کی مختلف لُغات بیان کیں۔ علمِ قراءت کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کو قرآن مجید سیکھنے کا حکم دیا۔اُنہوں نے اس ضمن میں اساسی نوعیت کی خدمات سر انجام دیں۔ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں قراءت سبعہ بہت مقبول ہوئیں،یوں پہلی صدی ہجری میں علم قراءت ایک مستقل علم کی حیثیت سے پروان چڑھا،اس کی تدوین کے سلسلے میں جو پہلی کتاب تالیف ہوئی وہ یحی بن یعمر (المتوفی 90ھ) کی ہے،اس کتاب کا نام "کتاب القراءت" ہے۔[7] اس ضمن میں ڈاکٹر عبد الہادی الفضلی کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

> "و بعد تتبعی للمسائلۃ فی ما وقفت علیه من مصادر و مراجع رایت ان اوّل من الف فی القراءت هو یحی بن یعمر(المتوفی 90ھ) ثم تتابع التالیف بعده"[8]
>
> "کتب مصادر اور مراجع میں جو مسئلہ در پیش تھا میں تتبع و تلاش کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یحی بن یعمر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فن قراءت پر سب سے پہلے تالیف کی اس کے بعد اس فن پر پے درپے تالیفات ہوئیں۔"

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں باقاعدہ طور پر علمِ قراءت کی تدوین کا کام شروع ہو چکا تھا، اس سے اس فن کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، یہ دور علمِ قراءت کے حوالے سے اساسی دور کی حیثیت رکھتا ہے۔

ii۔ دوسری صدی ہجری میں علمِ قراءت

دوسری صدی ہجری علمِ قراءت کی تدوین کے حوالے سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اس دور میں پہلی صدی ہجری کی علمِ قراءت سے متعلق تالیفات کو اساس بنا کر اس کی تدوین پر متعدد کتب تحریر کی گئیں،وہ اس فن کا عظیم سرمایہ تصور کی جاتی ہیں، مجموعی حوالے سے اس صدی میں آٹھ بڑی کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔اُس کی توضیح میں محمد بن اسحاق ابن ندیم نے اپنی معروف کتاب "الفہرست" میں لکھا ہے:

> "اس صدی میں فن قراءت کے موضوع پر ابان بن تغلب الکوفی (1214ء) نے کتاب القراءت تالیف کی،اس میں تمام قراءتوں کو بیان کیا جو فن قراءت پر ایک اچھی کاوش تھی۔ اس کے علاوہ مقابل بن سلیمان (1504ء) نے بھی کتاب القراءت کے نام سے ملتے جلتے عنوان پر ایک کتاب تالیف کی،اس میں مختلف قراءتوں کو بیان کیا،اسی طرح زید بن قدامہ الثقفی (161ھ) نے فن قراءت کے موضوع پر کتب تحریر کی ہیں ۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں فن قراءت پر تصنیف و تالیف کا کام باقاعدہ طور پر شر و ع ہو چکا تھا۔اس کو ایک کی فن کی حیثیت سے تسلیم کر کے اس کی ضرورت کو محسوس کیا جارہا تھا۔حالانکہ اس سے قبل تفسیر کے ضمن میں ہی علمِ قراءت کو بیان کر دیا جاتا تھا۔"[9]

ابن ندیم کے تبصرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں علمِ قراءت سے متعلق علیحدہ سے کتب تحریر کی گئیں۔علم قراءت کے ضمن میں امام جزری اہم حیثیت رکھتے ہیں، اس میں اُن کو سند اور امام کا درجہ حاصل ہے، قراءت کو حاصل کرنے کا ایک مروج طریق ہے،اس کو طریقِ جزری کہتے ہیں،اُن کے نزدیک دوسری صدی ہجری میں فن قراءت پر متعدد کتب تحریر ہوئیں،اُنہوں نے بیان کیا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں تالیفات کے سلسلے میں ابو عمرو العلاء (154ھ) نے فن قراءت پر کتاب تالیف کی،اس میں مختلف قراءتوں کو بیان کیا،ان کے ہمعصر مؤلف حمزہ بن حبیب الزیات (156ھ) نے بھی اس فن پر کتاب تصنیف کی،اس میں قراءتوں کو جمع کیا گیا ،ان معاصرین کے بعد عبد الحمید الاخفش الاکبر (177ھ) نے فن قراءت پر متعدد کتب کو تحریر کیں،اس میں بہت سی قراءتوں کو بیان کیا۔"[10] اس صدی ہجری کے اواخر میں ابو معاویہ جعشم بن بشیر بن قاسم السلمی (183ھ) نے فن قراءت پر "علم القراءت" کے عنوان سے کتاب لکھی ہے،اس میں انہوں نے مختلف قراءتوں کو بیان کیا۔[11]

iii۔ تیسری صدی ہجری

تیسری صدی ہجری فن قراءت کی تدوین کا سنہری دور ہے۔اس دور میں علمِ قراءت کے حوالے سے نُمایاں پیش رفت ہوئی، اس دور میں مختلف اسالیب کی کتب معرض وجود میں آئیں،، بعض تالیفات قراءت کے

صرف ایک جزو پر مشتمل ہیں، بعض مختلف قراءتوں پر محیط ہیں، ان میں قراءتوں کی مختلف وجوہ کو بھی بیان کیا گیا ہے، بعض کتبِ قراءت کو "کتاب القراءۃ" کا نام دیا ہے۔ اس دور کی علمِ قراءت سے متعلق پہلی نامور کتاب امام ابو قاسم بن سلام (224ھ) کی ہے، اس میں اُنہوں متعدد قراءتوں کو بیان کیا۔[12] اس کی وضاحت ابن جزری نے اپنی معروف کتاب "النشر فی القراءۃ العشر" میں یوں کی ہے:

"وکان اوّل امام معتبرجمع القراءت فی کتاب ابو عبید القاسم بن سلام" [13]

"ابو عبید قاسم بن سلام پہلے معتبر مقری ہیں جنہوں نے فن قراءت پر ایک کتاب تالیف کی۔"

ابن جزری کی وضاحت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ امام ابو عبیدہ فن قراءت اور عربیت میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب میں قراء سبعہ سمیت پچیس قراء کو اکٹھا کیا ہے، یہ ایک مفصل کتاب ہے، اس میں اُنہوں نے علم قراءت سے متعلق تمام ابحاث کو شامل کیا ہے[14]، اس لحاظ سے اُن کی اس کتاب کو علمِ قراءت کی سب سے پہلی کتاب تصور کیا جاتا ہے۔[15] یحیٰ بن مبارک ایزیدی (202ھ) نے قراۃ ابی عمرو بن العلاء کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا، اس میں انہوں نے ابو عمرو کی قراءۃ کو بیان کیا، یہ صرف ایک ہی قراءت پر لکھا گیا تھا، اس میں دیگر قراءتوں کا ذکر نہیں ہے۔[16] اس کے علاوہ ابو حاتم سہل بن محمد السجستانی (255ھ) نے "کتاب القراءت" لکھی ،اس میں مختلف قراءتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کی ایک تصنیف "کتاب اختلاف المصاحف" ہے، اس میں قراءتوں کے علم کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔[17] اس کتاب کو ان چار کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے جن پر اہل بصرہ فخر کرتے تھے۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی اپنی کتاب "البلغۃ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ" میں رقمطراز ہیں:

"و لاهل البصرة اربعة کتب يفتخرن بها على اهل الارض کتاب العين للخليل و کتاب السيوية و کتاب الحيوان للجاحظ و کتاب ابى حاتم فی القراءت"[18]

"اہل بصرہ چار کتابوں پر فخر کرتے ہیں۔ امام خلیل کی کتاب العین، امام سیبویہ کی کتاب، امام جاحظ کی کتاب الحیوان، ابو حاتم کیکتاب القراءت۔"

اسی صدی ہجری میں اسماعیل بن اسحاق مالکی (282ھ) نے علمِ قراءت پر ایک کتاب لکھی ہے، اس میں اُنہوں نے بیس ائمہ قراءت کو شامل کیا ہے، ان میں سبعہ قراء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں ان قراء کی قراءتوں کو یکجا کیا گیا ہے جو صرف کسی مخصوص علاقے میں مشہور و معروف ہوئیں۔[19] اس صدی کے ایک نامور مؤلف احمد بن جبیر بن محمد الکوفی الانطاکی (257ھ) ہیں، اُنہوں نے "القراءت الخمسۃ" تالیف کی، اس میں اُنہوں نے پانچ شہروں

میں سے ایک ایک قاری کی قراءت کو جمع کیا ہے۔[20] اس دور کی تالیفات مختلف انداز سے لکھی گئی ہیں، بعض کتب قراءت کے صرف ایک جزو پر مشتمل ہیں، ان میں متعدد قراءتوں یا کسی ایک قراءت کا تذکرہ کرنے کے بجائے صرف ایک روای کی قراءت کو جزو کے طور پر بیان کیا گیا ہے، اس میں اس روایت کو نہ اُس راوی کی طرف منسوب کیا ہے نہ ہی ائمہ قراءت کی طرف، بلکہ اسے حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ابو عمر حفص بن عمر الدوری (246ھ) نے "قراءت النبی ﷺ" کے نام سے ایک جزو تالیف کیا، اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیا۔[21] بعض کتب قراءات ایسی بھی تحریر ہوئیں ہیں، جن میں مختلف قراءتوں کو بیان کرنے کے علاوہ ان قراءتوں کی مختلف وجوہ کو بھی بیان کیا گیا ہے، وجوہ قراءت کے ساتھ ان کے اختلاف کو بھی ذکر کیا گیا ہے، ہر روایت کو اس کے راوی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کی بہترین مثال یعقوب بن اسحاق الحضرمی کی "الجامع" ہے، اس میں وجوہ قراءات اور اس کے اختلاف کو ذکر کیا گیا ہے، ہر روایت کو اس کے پڑھنے والے کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔[22] اس عہد میں فن قراءت پر کچھ ایسی کتب کی تدوین بھی ہوئی ہیں جن کو مولفین نے کتاب القراءۃ کا نام دیا ہے، اس میں ایک ساتھ متعدد قراءتوں کو جمع کر دیا، متواتر اور شاذ کی تمیز کیے بغیر تمام قراءتوں کو ایک ہی عنوان کے تحت بیان کر دیا۔ اس دور میں کچھ ایسی بھی کتب تالیف ہوئی ہیں جن میں قراءتوں کی تعیین اور تمیز با قاعدہ شرائط کے تحت بیان ہوئی ہے۔ وہ مؤلفین جنہوں نے "کتاب قراءت" کے نام سے کتب تالیف کی ہیں، اُن میں ابو معاذ الفضل بن خالد اتمروزی[23]، ابن سعد ان محمد بن سعد ان ابو بکر بن جعفر[24]، ہارون بن حاتم الکوفی (249ھ)[25]، نصر بن علی الجھضمی (250ھ)[26]، اسحاق بن بہلول التنوخی الانباری (252ھ)[27]، ابو عبد اللہ محمد بن عیسی الاصبہانی (253ھ)[28]، یحی بن آدام (203ھ)[29]، ثعلب ابو العباس احمد بن یحی بن زید بن یسار شیبانی (291ھ)[30] اور عبد اللہ بن مسلم نحوی المعروف ابن قتیبہ (276ھ)[31] شامل ہیں۔ اُنہوں نے "کتاب القراءت کے عنوان سے کتب تالیف ہیں، اس میں متعدد قراءتوں کو بیان کیا ہے۔[32]

iv-چوتھی صدی ہجری

چوتھی صدی ہجری میں علم قراءت کو عروج و دوام حاصل ہوا، اس دور میں قراءت پر بہترین اور عمدہ کتب تحریر کی گئی، اس دور کی تالیفات متاخرین کے لیے بنیادی اور اساسی مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس دور میں قراءت سبعہ کو بہت زیادہ شہرت ملی، ان کو متواتر اور صحیح خیال کیا جاتا تھا، اس پر سبعہ کے عنوان سے مستقل کتابیں تالیف ہوئیں۔ اس لحاظ سے چوتھی صدی ہجری کی کاوشوں کو تیسری صدی ہجری کی تالیفات پر اعتماد کرتے ہوئی عمدہ اور بہترین خیال کیا جاتا ہے۔ اس صدی کے معروف قراء کرام میں ابو جعفر محمد بن جریر طبری (310ھ) کو شہرت

حاصل ہے، وہ علمِ قراءت کے علاوہ علمِ تفسیر اور تاریخ نگاری کے بھی ماہر تھے، اُنہوں نے فن قراءت میں "الجامع" کے نام سے کتاب لکھی ہے، اُس سے بیس سے زیادہ قراءتوں کو جمع کیا۔[33] یہ کتاب تمام قراءتوں کی جامع ہے، اس لحاظ سے یہ ایک عمدہ کتاب ہے، اس صدی میں علمِ قراءت سے متعلق تالیفات پر اس کو فوقیت حاصل ہے ۔ فن قراءت میں اس صدی کا دوسرا بڑا نام بکر بن عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث السجستانی (316ھ) کا ہے، اُنہوں نے "کتاب المصاحف" تصنیف کی، اس میں متعدد قراءتوں کو بیان کیا۔[34]

اس صدی ہجری میں لکھی گئی کتب کا ایک اہم منہج یہ رہا ہے کہ ان تالیفات میں قراءت سبعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے دور رس نتائج بر آمد ہوئے، متاخرین بھی اس روایت کو بر قرار رکھتے ہوئے قراء سبعہ کو خصوصیت سے بیان کرنے لگے، بعد ازاں اشعار اور نثر کی صورت میں مستقل کتب قراء سبعہ کی قراءتوں پر تالیف ہوئیں۔ اس نوعیت کی تالیفات میں ابو بکر بن احمد موسی بن عباس بن مجاہد التمیمی البغدادی (324ھ) کی کتاب "کتاب السبعۃ فی القراءات" اور " قراءت النبی وماحفظہ من الفاظہ واستعادتہ وافتتاحہ "کو شہرت حاصل ہے۔[35] اس میں انہوں نے پہلی مرتبہ قراء سبعہ کی قراءت کو جمع کیا ہے، یہ اوّلین کتب ہیں جس میں قراءت سبعہ پر اکتفاء کیا گیا ہے، اس میں نافع کو سب سے پہلے لائے ہیں ، قراءت سبعہ کا رواج اسی کتاب سے ہوا ہے ۔ بعد کے سب حضرات انہی کے مقلد ہیں۔[36] حسین بن عبداللہ النحوی المعروف ابن خالویہ (370ھ) نے قراءت پر متعدد کتب تحریر کیں ہیں، اُن میں "البدیع فی القراءات السبع"، "القراءات"، " الحجۃ فی القراءات السبع " اور " مختصر شواذالقران" زیادہ قابل ذکر ہیں۔[37] اس صدی ہجری میں فن قراءت پر ماہرین فن نے علم قراءت سے تالیفات میں بہت سے اسالیب بھی اختیار کیے ہیں، کچھ تالیفات اس منہج پر لکھی گئی ہیں کہ اُن میں سب سے پہلے اصول بیان کیے جاتے ہیں، بعد میں فروعات کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں امام دار قطنی (375ھ) نے سب سے پہلے اپنی کتاب میں ایسا اسلوب اپنایا ہے۔ امام دار قطنی ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی (385ھ) نے "کتاب القراءات" کی سب سے پہلی کتاب ہے، اس میں اوّل اصول پھر فروع بیان ہوئے ہیں۔ ابو بکر بن احمد بن عمر بن احمد بن سلیمان واجولی (3244ھ) نے "کتاب القراءات " تصنیف ہے ، اس میں آٹھ قراءتیں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ابو بکر احمد بن نصر بن منصور بن عبد المجید بن عبد المنعم (370ھ) نے "کتاب القراءات "نے تالیف کی ہے، اس میں مختلف قراءتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی نوعیت کی ایک کتاب ابن السراج شمس الدین محمد ابن اسدی (316ھ) نے "احتجاج القراء " کے نام سے لکھی ہے۔[38] بعد ازاں ان کی اتباع میں بہت سی کتب تحریر ہوئیں ہیں، اُن میں اسی طرز تحریر کو اپنایا گیا ہے۔ اس صدی ہجری میں قراءت سبعہ کے علاوہ قراءت عشرہ پر بھی بہت سی کتب لکھی گئی ہیں۔ عشرہ قراءت پر لکھی جانے والی

کتب کی اساس یہی کتب ہیں۔ اسی صدی میں فن قراءت پر ایسے متعدد زاویوں سے کام ہوا جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ،بعد کے متون اور تحقیق کی بنیاد یہی تالیفات ہیں۔اس ضمن میں ابو بکر احمد بن حسین بن میران(381ھ) کی "الغایۃ فی العشرۃ الشامل" اور ابو الطیب عبد المنعم بن عبید اللہ بن غلبون بن مبارک حلبی (389ھ) کی "الغایۃ فی العشرۃ الشامل"[39] ،ابو الحسن طاہر بن المنعم ابن عبید اللہ بن غلبون حلبی کی "التذکرۃ فی القراءات الثمانی" اور "قراءت عشرہ"[40] اور ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن اشتہ (360ھ) کی " المصاحف" اور "المجہر فی القراءات" قابل ذکر ہیں[41]۔ ان میں قراءت سبعہ، عشرہ اور دیگر قراءتوں کو باحسن الوجوہ بیان کیا گیا ہے۔

v۔ پانچویں صدی ہجری

علم قراءت کی تدوین کے حوالے سے پانچویں صدی ہجری بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس صدی میں بے شمار کتب تالیف ہوئیں جن میں اکثر محققانہ اور معتبر ترین متون ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو اس صدی میں لکھی جانے والی کتب میں نصف کے قریب کتب علماء اندلس نے تحریر کی ہیں، اندلس اُس وقت علم قراءت کا اہم مرکز تھا۔ اس لیے قراءت پر بہترین متن منظر عام پر آئے۔ علماء نے علم تفسیر کے ساتھ بھی اس فن کے اسرار و رموز بیان کیے، جہاں علم تفسیر کے حوالے سے قراءت اور تفسیر کے امتزاج میں بہت زیادہ کام کیا، وہاں الگ سے علم قراءت پر مستقل کتب تحریر کیں، اس لیے دونوں حوالوں سے یہ ایک اہم دور ہے۔ پانچویں صدی میں جو متن تحریر ہوئے وہ آج تک سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بعد میں ان ہی متون کو تدریسی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ان ہی کی شروحات اور حواشی تحریر کیے جاتے رہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعد کی صدیوں میں مزید کتب تحریر نہیں ہوئیں، مطلب یہ ہے کہ دیگر کتب بھی تحریر ہوئیں لیکن اس صدی کے متون اساسی حیثیت اختیار کر گئے، آج تک مشہور و معروف ہیں، پانچویں صدی میں جن امام فن شخصیات نے قلم اٹھایا ان کی تصنیفات کو دوام حاصل ہوا۔ اس ضمن میں فواد سیز گین لکھتے ہیں کہ ابو الفضل محمد بن جعفر الخزاعی (408ھ) نے "المنتھی فی القراءات الخمسۃ عشر" تالیف کی، اس میں انہوں دو سو پچاس روایات کو جمع کیا۔[42]

بعض اہل فن نے درجنوں کتابیں تحریر کیں، قراءت کے حوالے نہ صرف ایسی کتابیں تحریر کیں کہ جن میں متعدد قراءتوں کو بیان کیا بلکہ ایسی کتب بھی تحریر کیں جن میں خصوصیت کے ساتھ قراءت سبعہ کو بیان کیا۔ بعض مخصوص کتب میں الگ الگ عنوانات کے تحت قراءت کی علل اور حجیت کو بیان کیا، سبعہ قراءت کو خاص موضوع بنایا، اس کے علاوہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ تجوید و قراءت کے خاص فنی اجزاء پر بھی مستقل کتب تحریر کیں، بعض قرآنی علوم اور مخصوص آیات پر بھی کتب کا تذکرہ ملتا ہے، اُن کا تعلق علم قراءت کے ساتھ تھا۔ اس حوالے

سے ابو عبد اللہ محمد بن سفیان القیروانی (415ھ) کی کتاب "الکتاب الھادی فی القراءت" بڑی اہم ہے، اس میں متعدد قراءتوں کو بیان کیا ہے۔[43] اس کے علاوہ ابو محمد مکی بن ابی طالب القیسی (437ھ) نے قراءت پر متعدد کتب تحریر کیں، اُن میں "البصرۃ فی القراءات السبعۃ، الکشف عب وجوہ القراءات السبع و عللھا و حججتھا" اور "الابانۃ عن معانی القراءات" قابل ذکر ہیں۔[44] اسی نوعیت کی ایک کتاب ابو عبد اللہ محمد شریح بن احمد الرعینی (476ھ) نے "الکتاب الکافی فی القراءات عن القراء السبع المشہورین" لکھی، اس میں قراء سبعہ اور ان کی قراءتوں کو خصوصیات کے ساتھ بیان کیا جو قراءت سبعہ میں کافی شافی کتاب ہے۔[45] اسی صدی کے بہترین مقری ابو محمد مکی بن ابی طالب بن محمد مختار قیسی قیروانی (437ھ) ہیں، وہ تمام علوم میں فاضل، عربیت اور علم القراءات کے امام تھے، اُنہوں نے "تبصرۃ فی السبعۃ، تذکرۃ"، "کتاب الادغام"، "کشف"، "موجز" اور "مشددہ آیات" جیسی اہم کتب تالیف کی ہیں۔[46]

چند ایسے متون تحریر ہوئے جو آج تک تدریسی حوالے سے اساسی حیثیت رکھتے ہیں، ان کو بنیاد کر نثر اور منظوم شکل میں کتب تحریر ہوئیں، وہ کتب آج ایک سند کا درجہ رکھتی ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں جن کبار ائمہ کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔ اُن کے بارے میں محمد صادق قمحاوی لکھتے ہیں کہ ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی (444) نے "التیسیر فی القراءات السبع" اور "المقنع فی رسم المصاحف المصار" جیسی بلند پایہ کتب تحریر کی ہیں، یہ سبعہ قراءت اور رسم میں پایہ شہرت تک پہنچی ہوئی ہیں، اس لیے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔[47] اس منہج پر ابو العباس احمد بن ابی العباس مہدی (430ھ) کی "الھدایہ فی السبعۃ، التیسیر" بہت معروف ہے۔[48] اس صدی کے ماہر قراءت حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر الدانی الاموہ معروف ابن الصرفی (444ھ) کو بلند مقام حاصل ہے، اُن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس وقت روئے زمین پر آپ ہی کی سند سے قراءتیں پڑھی جاتی ہیں، اُن کی علم قراءت سے متعلق تالیفات "جامع البیان"، "تمہید"، "الایجاز"، "الموضح فی الفتح والامالہ"، "المختوی فی الشواذ"، "المتضع فی الرسم"، "التیسیر" اور "طبقات القراء" شامل ہیں۔ ان میں جامع البیان میں پانچ سو روایات اور طرق ہیں۔ التیسیر سبعہ میں مایہ ناز ہے، طبقات القراء میں قراء کے طبقات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ابو الفتح عبد الواحد حسین بن شیطا بغدادی (445ھ) نے "تذکار فی العشریہ" لکھی جس میں ایک سو طرق درج ہیں۔ ابو علی حسن بن علی بن ابراہیم بن یزداز بن ھرمز اھوازی (446ھ) فن قراءت میں بلند مقام و مرتبہ کے حامل ہیں، اُنہوں نے اس ضمن میں "الوجیز فی الثمان"، "مفردات السبعۃ"، "الایضاح، الاتضاح الموجز"، "النیر الجلی فی قراءت زید بن علی"، "جامع المشہور"، "قراءت حسن"، "قراءت بن محصین" اور "الاقناع فی الشواذ" جیسی کتب تالیف کی ہیں۔ اس کے علاوہ ابو معشر عبد الکریم اسماعیل بن خلف بن سعید بن عمران انصاری (455ھ) کی تصنیف ہے جو سبعہ کی بہترین کتاب میں ہے۔

السوق العروس یہ ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری (478ھ) کی تصنیف ہے، بہت ضخیم ہے، اس میں پندرہ سو پچاس روایات وطرق درج ہیں۔[49] اسی صدی میں بعض قراء ومجددین نے ایسی کتب بھی تحریر کی۔ جس میں انہوں نے مکمل قراءتوں کو بیان کیا اور اُس کے ساتھ متعدد طرق اور روایات کو بیان کیا ہے۔ اور یہ روایات اور طرق بے شمار ہیں، اس کے علاوہ بعض ایسی کتب بھی اس صدی میں لکھی گئی ہیں جن میں سرف کسی ایک امام کی قراءت روایات اور طرق بیان ہوئے ہیں۔ اُن میں ایک کتاب الکامل ابو القاسم یوسف بن جبارہ بن علی محمد بن عقیل موزلی (465ھ) کی تصنیف ہے، اس میں پچاس قراءتیں اور چودہ سو انسٹھ روایات اور طرق بیان ہوئے ہیں۔ ایسی کتابوں کا شمار فن قراءت کی ضخیم کتابوں میں ہوتا ہے۔[50] ابو القاسم یوسف بن علی الہندی (465ھ) سے کامل فی القراءت تالیف کی اور اس میں قراءتوں اور طرق کو بیان کیاد ہے۔[51] اسی طرح خالص طور پر قراءت عشرہ اور مخصوص امام کی قراءت سے متعلق تالیفات بھی، منظر عام پر آئیں۔ ابو الحسن علی بن محمد بن فارس البغدادی المعروف بالخیاط (450ھ) نے الجامع فی القراءت العشر تالیف کی اور اس میں عشرہ قراءت کو بیان کیا۔ ابو عمر یوسف عبد اللہ بن عبد البر القرطبی (462ھ) نے المدخل فی القراءت تالیف کی جس میں قرادءتوں کو بیان کیا اور امام نافع اور ابو عمرو کی قراءت پر الاکتفاء فی قراءۃ نافع وابو عمرو تالیف کیں۔[52]

vi۔ چھٹی صدی ہجری

چھٹی صدی ہجری میں علم القراءت پر علماء بغداد، مصر اور اُندلس نے بہت کام کیا، اُن میں بڑی بڑی محققانہ کتب اور زندہ جاوید متون ہیں، اس صدی میں مجموعی حوالے سے متعدد کتب تحریر ہوئیں، اُن میں اکثر منظوم متون اور نثری کتب کا ماخذ ومدار پانچویں صدی ہجری میں لکھی جانے والی کتب ہیں۔ اس طرح پانچویں اور چھٹی صدی ہجری علوم قراءت کے حوالے سے دو سنہری صدیاں ہیں، وہ تمام کتب جو سند کا درجہ رکھتی ہیں اُن کا تعلق ان ہی دو صدیوں سے ہے۔ اس لیے یہ ایک عمدہ اور روشن دور ہے، اس صدی کی کتب کو پانچویں صدی کی کتب سے اخذ کیا گیا، بعض کا اختصار کیا گیا، بعض کو نثری شکل دی گئی، کچھ متن منظوم بھی کیے گئے، وہ آج تک متداول ہیں۔ قراءت سبعہ اور عشرہ قراءت کے علاوہ رسم عثمانی پر بھی کتب تحریر ہوئیں۔ یہی وجہ کہ اس صدی ہجری کے متون بعد کی صدیوں کے لیے مشعل کی حیثیت اختیار کر گئیں۔ اس صدی ہجری کے معروف ماہر قراءت ابو محمد عبد اللہ بن عبد اللہ البغدادی (541ھ) ہیں، اُنہوں نے علمِ قراءت سے متعلق "تبصرہ"، "ارادۃ الطالب"، "کفایۃ" اور "ایجاز" جیسی اہم کتب تالیف کی ہیں، تبصرہ اور ایجاز منہج کے اعتبار قراءت سبعہ سے مناسبت رکھتی ہیں۔"[53] اس صدی ہجری کے ایک اور اہم شخصیت ابو محمد عبد اللہ بن علی المعروف سبط الخیاط (541ھ) ہے، اُنہوں نے "تبصرۃ المبتدی و

تذکرۃ المنتھی فی القراءت" اور "ایجاز فی القراءت السبعہ" تالیف کیں، ان میں قراءت سبعہ سمیت قراءت عشرہ کو بھی بیان کیا ہے۔[54] اس کے علاوہ مشہور و معروف روایات پر بھی کتب تحریر ہوئیں جو ایک کسی ایک جگہ زیادہ مشہور ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ قراءت عشرہ متواترہ پر بھی مخصوص انداز سے کتب تحریر ہوئیں جن میں قرآت عشرہ کو جامع انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ بعض ایسی کتب بھی منظر عام پر آئیں جن میں بعض دقیق متون کو آسان عبارت کی تلخیص کر کے پیش کیا گیا تاکہ اس سے افادہ عام حاصل ہو۔

اس صدی میں فن قراءت کی تدوین میں گرانقدر خدمات سر انجام والی معروف شخصیت ابو عبداللہ بن محمد یحی بن مزاحم الانصاری الطلیطلی (م502ھ) بڑی اہمیت کی حامل ہیں، اُنہوں نے "الناہج القراءۃ باشھر الروایات " تالیف کی، اس میں مختلف قراءتوں کو بیان کیا، اس میں معروف روایات کا تذکرہ کیا۔ سابقہ کتب کی تلخیص کے ضمن میں ابو علی حسن بن خلف الھواری (م514ھ) کی کتاب "تلخیص العبارات فی القراءت" شہرت کی حامل ہے، اس میں اُنہوں نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھ کر قراءتوں کو بیان کیا ہے۔[55] اس صدی ہجری کے متون میں "ارشاد المبتدی" ایک ایسا متن تحریر ہوا جس سے متعلق علامہ محقق بن جزری نے بیان کیا ہے کہ یہ متن اہل عراق کے نزدیک سب سے عمدہ تصور کیا جاتا تھا، وہ اس کے علاوہ کسی کو یاد نہیں کرتے تھے، کثیر علماء نے اس کو منظوم شکل میں ڈھالا۔[56] اس کے علاوہ چند کتب اندلس کے علماء نے اس صدی میں تحریر کیں، اُن میں قراءت سبعہ اور عشرہ متواترہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ابو جعفر احمد بن علی بن احمد بن خلف بن باذش غرناطی (م540ھ) نے "الاقناع" اور "الغایۃ" نامی دو کتب تالیف ہیں، دونوں سبعہ میں اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ ابو بکر مبارک بن حسن بن احمد بن علی فتحان شہزوری (550ھ) نے "المصباح الزاھر فی العشرۃ المتواتر" تالیف کی جو عشرہ پر عمدہ کتاب ہے، اس میں چانچ سو طرق ہیں۔[57] ابو محمد القاسم بن فیرہ الشاطبی الضریر (590ھ) نے مشہور زمانہ منظوم کتاب "حرز الامانی ووجہ التھانی فی القراءت السبع للسبع المثانی" تالیف کی [58]، اُس میں گیارہ سو تہتر اشعار ہیں، یہ کتاب علامہ دانی کی التیسیر کا خلاصہ ہے، یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کا نام ہی الشاطبیہ پڑ گیا، یہ فن قراءت پر بہت عُمدہ کتاب ہے۔

ابتدائی دور میں تفسیر کے ضمن میں ہی مختلف قراءتوں کے اسباب بھی بیان کر دیئے جاتے تھے، ایک مدت تک مختلف قراءتیں تفسیر کے ساتھ جڑی رہیں۔ بعد ازاں قراء کی محنت کے باعث علم قراءت ایک مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گیا، اس سے علم قراءت سے متعلق مستقل طور پر کتب معرضِ وجود میں آئیں۔ ان میں قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کو جمع کیا گیا، اس کے اسباب اور روایات کو بیان کیا گیا، اس سے متعلق مشہور، شاذ، صحیح اور غیر صحیح میں امتیازات قائم کیے گئے۔ قراء کرام کی علمِ قراءت سے دلچسپی اور لگاؤ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ

پہلی صدی ہجری میں ہی مستقل کتب تالیف ہوئیں۔[59] دوسری اور تیسری صدی ہجری میں علمِ قراءات کی تدوین میں بہت حد تک وسعت آئی۔ چوتھی صدی ہجری علمِ قراءات کی تدوین کا سنہری دور ہے، اس دور کی تالیفات میں قراءات سبعہ کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں قراءات سبعہ علاوہ قراءات عشرہ کو شامل کیا گیا، یوں چھٹی صدی ہجری تک علمِ قراءات میں شاندار ارتقاء ہوا، ان ادوار میں علمِ قراءات سے متعلق تالیفات موجودہ دور میں علمِ قراءات کی تحقیقات کے لیے بُنیادی مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

3۔ خلاصہ بحث

تمام گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ علمِ قراءات قرآن فہمی کے لیے ناگزیر ہے، اس لیے اس کی معرفت بہت ضروری ہے، قرآن و سنت میں اس کی اہمیت و ضرورت پر بڑا زور دیا ہے۔ صحابہ کرام نے اس سے متعلق اساسی نوعیت کی خدمات سرانجام دی ہیں، تابعین نے اس کام کے لیے اپنی پوری زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ بہت سے مؤرخین نے مسلمانوں قرّاء کی علمِ قراءات سے متعلق خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ اُن میں معاذ بن جبل، عبداللہ بن عمر، عقبہ بن عامر، عبدالرحمن بن ہرمز، مجاہد بن جبیر، امام عاصم، امام کسائی، امام عاصم اور امام نافع وہ مقدس ہستیاں ہیں جو علمِ قراءات کا سمندر تھے، ان قرّاء کرام نے علمِ قراءات کے ارتقاء میں شاندار کردار ادا کیا، یہی وجہ ہے کہمسلم تاریخ کی ابتدائی چند صدیوں میں ہی اس فن پر باقاعدہ تالیفات منظرِ عام پر آگئیں، اُن میں "کتاب القراءات"، "القراءات الخمسۃ"، "قراءات النبی ﷺ" اور "الجامع" کو مقبولیت حاصل ہے۔ یہ کتب مختلف اُسلوب اور مناہج پر لکھی گئی ہیں۔ بعض تالیفات قراءات کے کسی ایک جُزو پر مشتمل ہیں، کچھ کتب قراءات سبعہ اور قراءات عشرہ سے متعلق ہیں، ان کو متواتر اور صحیح خیال کیا جاتا ہے۔ کچھ کتب تجوید و قراءات کے خاص فنی اجزاء کے بارے تحریر کی گئی ہیں جبکہ بعض قرآنی علوم اور مخصوص آیات کی قراءات سے متعلق ہیں۔ قرّاء کرام نے ان کتب میں قراءات کے قبول ہونے کے لیے شرائط مقرر کی ہیں۔ اُنہوں نے قراءات کے صحیح اور غیر صحیح کی جانچ پڑتال کرنے کے لیے قوانین مرتب کیے ہیں، اُنہوں نے سند کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علمِ قراءاتِ قرآن کا ارتقاء بیان کیا جائے تاکہ عام لوگ اس سے متعلق آگاہی حاصل کر سکیں۔

حواشی و حوالہ جات

[1] الحجر: 9

[2] جیفری، آرتھر، ڈاکٹر، مقدمتان فی علوم القرآن، مکتبہ الخانجی، مصر، 1392، ص: 276

[3]ڈاکٹر ریاض احمد سعید، علمِ قراءات اور محدث تابعینِ قرّاء کرام: قرآن، حدیث اور تاریخی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ، القلم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، 2017ء، ج:1، ص:30-1

[4]تاج افسر، قراءت شاذہ کی تدوین وارتقاء، پاکستان آف اسلامک ریسرچ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، 2012ء، ج:9، ص:31-1

[5]حافظ فدا حسین، کلام عرب کے ذریعے علمِ قراءات کے فہم میں استفادہ، پاکستان آف اسلامک ریسرچ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، 2012ء، ج:9، ص:33-51

[6]بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وایامہ، رقم الحدیث:3806

[7]مصدر نفسہ، ص:276

بنیادی کتب مصادر میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا، اس رائے کو فواد سیز گین نے تاریخ تراث العربی (11ھ) میں لیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک علم قراءات پر تدوینی سلسلہ تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے جیسا کہ ہندوستانی علماء کی رائے ہے اور اس کا تذکرہ بنیادی کتب میں ملتا ہے۔

[8]الفضلی، عبد الہادی، الدکتور، القراءات القرآنیۃ، تاریخ وتعریف، ط2، دار العلم، بیروت، لبنان، 1980ء، ص:27

[9]ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست،، مکتبہ خیاط، بیروت، لبنان، س،ن، ص:316

[10]ابن جزری، منجد المقرائین، مکتبہ القدسی، القاہرہ، المصر، 135ھ، ص:4

[11]شوارخ علی، دکتور، معجم مصنفات القراں الکریم، دار الرفاعی، ریاض، سعودی عرب، س،ن، ص:124-122

[12]ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست، ص:106

[13]ابن الجزری، النشر فی قراءات العشر، ابراھیم عطوۃ عوض، مطبع دار الفکر للطباعۃ والنشر، مصر، س،ن، ص:33

[14]ابن الجزری، تقریب النشر فی قراءات العشر، اشرف علی محمد الضاع، مطبع مصطفی البانی الحلبی، مصر، 1381ھ، ص:24

اس کتاب میں انصار مہاجرین صحابہ کرام تابعین اور کبار مسلمین سے منقول وجوہ قراءات کا تزکرہ کیا گیا ہے، قراءات میں نقل روایت کی اہمیت اور اُس کی تدوین وارتقاء میں سماع اور مشافہت کے لزوم کو ثابت کیا گیا ہے۔

[15]گنگوھی، حنیف، شیخ، قرۃ العیون فی تزکرۃ الفنون، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی، ص:45

[16]فواد سیز گین، تاریخ التراث العربی، مترجم: محمود فہمی حجازی، الھیۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1977ء، ص:101

خطیب بغدادی نے اس کا سن وفات 260ھ لکھا ہے جیسا کہ تاریخ بغداد 5 / 323، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1997ء میں مذکور ہے۔

[17]ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست، ص:86-87

[18]فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، البلغۃ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ، وزارۃ الثقافۃ، دمشق، 1972، ص:94

[19]ابن جزری، تقریب النشر فی القراءات العشر، ص:24-34

[20]مصدر نفسہ، ص:24

[21]بازمول، محمد بن عمر بن سالم، القراءات واثرھا فی التفسیر والاحکام، دار الہجرۃ النشر والتوزیع، السعودیۃ العربیۃ، 1417، س:199

یہ کتاب 1408ھ میں ڈاکٹر حکمت بشیر یاس کی تحقیق سے مکتبۃ الدار مدینہ منورہ سے شائع ہوئی ہے۔ علماء نے ایسی قراءت جس کی نسبت ائمہ قراءت کی طرف نہ ہو قراۃ النبی ﷺ سے منسوب کی ہے لیکن اس سے ہر گز یہ مراد نہیں ہے کہ باقی آپ ﷺ سے منقول نہیں ہیں۔

[22]الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، دار العلم للملایین، بیروت، طبع2، 1984ھ، ج:8، ص:195

[23]الصغار ابتسام مرھون، دکتور، معجم الدراسات القرآنیۃ، مطابع، جامدۃ الموصل، بغداد، 1984ء، ص:31

[24]ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست، ص:4-1

[25]شوقی ضعیف، دکتور، مقدمہ کتاب السبعہ، دار المعارف، مصر، طبع2، س،ن، ص:15

[26]مصدر نفسہ، ص:15

[27]کحالہ عمر رضا، معجم المؤلفین، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، س،ن، جلد2، س:331

[28]ابن جزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، مکتبہ خانجی، قاہرہ، مصر، 1932ء، ج:2، ص:224

[29]شواخ علی، دکتور، معجم مصنفات القرآن الکریم، دارالرفاعی، ریاض، سعودی عرب، س،ن، ج:4، ص:129

[30]گنگوہی، حنیف، مولانا، قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون، ص:45

[31]مصدر نفسہ، ص:45

[32]مصدر نفسہ، ص:45

[33]ابن جزری، تقریب النشر فی القراءات العشر، ج:1، ص:45

[34]جیفری، آرتھر، ڈاکٹر، مقدمہ کتاب المصاحف، المطبعۃ الرحمانیۃ، مصر، طبع1، 1936ء ڈاکٹر آرتھر جیفری کی تحقیق سے المطبعۃ الرحمانیۃ مصر سے 1936ء میں شائع ہوئی اور 1995ھ میں ڈاکٹر محب الدین عبد السبحان واعظ کی تحقیق سے وزارۃ اوقاف قطر نے شائع کی۔

[35]شوقی ضیف، دکتور، مقدمہ کتاب السبعۃ، ص:17

ڈاکٹر شعوقی حنیف کی تحقیق سے دار المعارف القاہرہ مصر نے 1971ء میں شائع کیا اس کے شروع میں محقق کا مقدمہ انتہائی جامع اور معلومات افزاء ہے۔

[36]گنگوہی، حنیف، مولانا، قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون، ص:46

[37]محمد بن عمر بن سالم، بازمول، القراءت واثرھا فی التفسیر والاحکام، ص:201

[38]گنگوہی، حنیف، مولانا، قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون، ص:46

[39]مصدر نفسہ، ص:46

[40]فواد سیزگین، تاریخ التراث العربی، ج:1، ص:31

[41]شواخ علی، دکتور، معجم مصنفات القرآن الکریم، ص:151

[4242]فواد سیزگین، تاریخ التراث العربی، ج:1، ص:33-34

[43] الاشبیلی، ابو بکر محمد بن خیر، ابن الخیر، فہرست مارواہ عن شیوحہ، ص:24

[44] مصدر نفسہ، ص:24

[45] مصدر نفسہ، ص:31

[46] گنگوہی، حنیف، مولانا، قرۃ العیون فی تزکرہ الفنون، ص:46

[47] الدانی، ابو عمرو عثمان بن سعید، المقنع فی رسم مصاحف الامصار، تحقیق، محمد صادق قمحاوی، مکتبہ الکلیاالازہر، قاہرہ، س،ن،

[48] گنگوہی، حنیف، مولانا، قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون، ص:26

[49] مصدر نفسہ، ص،:47-48

[50] مصدر نفسہ، ص:48

[51] ابن جزری، النشر فی القراءت العشر، ج:1، ص:25

[52] چلپی، مصطفی بن عبد اللہ، حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ص:142

[53] گنگوہی، حنیف، مولانا، قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون۔ ص:48

[54] ابن جزری، االنشر فی القراءت العشر، ص:84

[55] چلپی، مصطفی بن عبد اللہ، حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ص:473

[56] ابن جزری، منجد المقرئین، ص:54

[57] گنگوہی، حنیف، مولانا، قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون، ص:48

[58] تھانوی، اظہار احمد، شیخ، امانیہ شرح شاطبیہ، قراءت اکیڈمی، لاہور، 1405ھ، ج:1، ص:7

[59] جیفری، آرتھر، ڈاکٹر، مقدمتان فی علوم القرآن، ص:276